ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بنظر کرم
آفتاب علم و حکمت
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت پیر محمد علاؤالدین صدیقیؒ
نیریاں شریف

بنظر کرم
پیر طریقت رہبر شریعت
پیر محمود اختر نقشبندی قادری
آستانۂ عالیہ منیاندہ شریف

مسلسل اشاعت کا چودھواں سال

ماہنامہ مجلہ کرم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدیر اعلیٰ
خلیفہ حاجی محمد شریف نقشبندی

نائب مدیر
محمد عاصم شریف نقشبندی

فہرست مضامین

حمد باری تعالیٰ 2
نعت رسول ﷺ 3
حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام 4
ماہ ذی الحج فضائل و مسائل 7
فلسفہ قربانی اور اس میں پوشیدہ حکمتیں 14
فلسفہ حج 17
فضائل قربانی 22
عید کا فلسفہ اور تاریخی پس منظر! 26
حضرت عثمان غنی کی شہادت 29

مجلس مشاورت

- ڈاکٹر سید محمد عبدالرحمٰن شاہ
  اسسٹنٹ پروفیسر
  یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (ٹیکسلا)
- محمد نعیم الدین الازہری
  ڈپٹی ایچ او ڈی شعبہ عربی،
  الکرم انسٹیٹیوٹ، بھیرہ شریف
- محمد شاہد خان الازہری
  ایم فل، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی، مصر
- محمد ثاقب شریف الازہری
  ایم فل، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی، مصر

قیمت فی مجلہ 25 روپے
سالانہ چندہ 250 روپے

Gmail: karm-e-mustafa@gmail.com

انچارج کمپوزنگ اینڈ سرکولیشن عبدالرحمٰن صدیقی : 0301-6748516

حمد باری تعالیٰ

رنگ خُوشبو جمال تیرے ہیں
نقش خواب و خیال تیرے ہیں
چاند ، سُورج ، ہوا ، ضیاء ،انجم
مشک و عنبر ، گُلال ، تیرے ہیں
یوں مکاں ، لا مکاں ، پیار دیا
کُن فکاں میں کمال تیرے ہیں
رنگ ، نیرنگ ، سنگ ، تیرے آہنگ
ابر ، جاہ و جلال ، تیرے ، ہیں
صوت ، سطوت ، سپاہ ، سجود ، قیام
گل ، شگوفے ، وصال ، تیرے ہیں
صبر ، عزم و جزم ، نواؤ ، قباء
رقص ، فخر و نہال ، تیرے ہیں
لَم یلِد تو وَ لَم یُو لَد بھی تو
پھر بھی سب خدوخال تیرے ہیں
بحر ، فرش و فلک ، سمیم صباء
مور ، جگنوُ ، غزال تیرے ہیں
عدل ، صوم و صلواۃ ، حج ، زکواۃ
تحفہ اے لم یزال تیرے ہیں
لوحِ محفوظ یہ ، قلم ، قرطاس
دن ، مہینے ، یہ سال تیرے ہیں

محمد سعید رضا

نعت رسول ﷺ

طرح مصرعہ: قدموں میں شہنشاہِ دو عالم کے پڑا ہوں

جتنا میں مدینے کی فضاؤں میں رہا ہوں
بس اِتنی مری عمر ہے اِتنا ہی جیا ہوں

سرکار ﷺ کی اُلفت کو مَیں جب سے کیا ہے
مسرور ہے دِل اُن ﷺ کا مدینہ میں بنا ہوں

اے عشقِ محمد ﷺ تری آتش ہی الگ ہے
جتنا یہ جلاتی ہے اِسے اُتنا میں چاہوں

دہلیزِ مقدس پہ ہے سر کو جو جُھکایا
یوں لگتا ہے جیسے میں سرِ عرش کھڑا ہوں

جن کے درِ دولت پہ سبھی شاہ بھکاری
میں اُن ﷺ کے گداوں کے گداوں کا گدا ہوں

آنکھوں سے مری اَشکِ تشکر نہیں رُکتے
آئے نہ یقیں مُجھ کو مواج ہے پہ کھڑا ہوں

جچتا نہیں سلطان کوئی نظروں میں، جب سے
قدموں میں شہنشاہِ دو عالم کے پڑا ہوں

بڑھ جاتا ہے جب حد سے غمِ ہجرِ مدینہ لے
آئے مہک اُس کی، میں ممنونِ صبا ہوں

دامن میں چھپالیں گے وہ ﷺ محشر میں بُروں کو
میں سب سے بُرا سب سے بُرا سب سے بُرا ہوں

جآؤک کی آیت میں کہا اللہ نے جوؔش
رحمان ہوں میں کیونکہ محمد ﷺ کا خُدا ہوں

محمد وسیم جوؔش سیالکوٹ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

علامہ عبدالماجد سلطانی صاحب

ابوالانبیاء، جدالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کوتمام انبیاء ومرسلین میں ایک خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے۔نزول قرآن کے وقت جوقومیں قرآن کی براہ راست مخاطب تھیں ان سب کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں۔قرآن مجید کی بہت سی سورتوں میں آپ کا تذکرہ مبارک آیا ہے،کہیں اختصار کے ساتھ تو کہیں تفصیل کے ساتھ۔اس قدر کثرت کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جانا آپ کی شان وعظمت کوظاہر کرتا ہے۔قرآن مجید کی سورۃ نمبر 14 آپ کے نام مبارک پر ہے،جس میں آپ کی سیرت اور بالخصوص آپ کی دعاؤں کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے۔آپ کا اسم گرامی پہلے 'ابرام' تھا، جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے آپ کی ذریت کی کثرت کا عہد کیا تو آپ کا نام 'ابرہام' قرار پایا۔ابراہیم یا ابرہام عبرانی زبان کا لفظ ہے۔یہ نام دوکلموں سے مرکب ہے۔'اب' بمعنی باپ اور 'راہام' بمعنی جماعت یعنی بڑی جماعت والا۔ایک قول یہ ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے 'اب راحم' یعنی رحم دل باپ حقیقت میں آپ اپنے ان دونوں ناموں میں اسم بامسمیٰ ہیں یعنی آپ بڑی ذریت والے بھی ہیں یہاں تک کہ ہزاروں انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ نسب آپ ہی سے چلتا ہے اور آپ انتہائی مہربان بھی ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان وعظمت بہت بلند ہے اختصار کے پیش نظر صرف چند نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

آپ علیہ السلام حسن وجمال اور اخلاق کریمہ کے جامع مرکب تھے۔حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر وبیشتر آپ کا تذکرہ فرماتے تھے۔خاتم النبیین آپ صلی علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بہت زیادہ انس تھا،اس لئے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی اپنے جدامجد کے نام پر ابراہیم رکھا تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت وجیہ انسان تھے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، مجھے ان کے ساتھ قریبی مشابہت تمھارے صاحب میں نظر آئی یعنی اپنی طرف اشارہ کیا(صحیح مسلم:423)۔

اسی طرح حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مختلف انبیاء کا حلیہ بیان

فرمایا تو صحابہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلیہ مبارک کے حوالے سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے دیکھ لو یعنی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ ہوں۔(مسند احمد 10349) حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی شان وعظمت بہت بلند ہے، جیسا کہ خاتم النبیین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے مقام ومرتبہ کے متعلق بیان فرمایا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا 'یا خیر البریۃ' اے مخلوق میں سب سے بہترین انسان! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں یعنی یہ تو ان کا لقب ہے۔(صحیح مسلم:6138)

راہ خدا میں ہجرت کرنا بہت بڑی فضیلت والا عمل ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ عمل اپنی زندگی میں مسلسل کرتے رہے۔ پہلے آپ نے 'بابل' سے 'شام' کی طرف ہجرت کی۔ وہاں سے 'اردن' چلے گئے۔ پھر 'مصر' کی طرف ہجرت کر گئے۔ مصر سے پھر دوبارہ شام کی طرف لوٹ گئے پھر فلسطین کی طرف چلے گئے اسی طرح مکہ کی طرف بھی ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ مکہ سے دوبارہ فلسطین تشریف لے گئے حتیٰ کہ آپ کی پوری زندگی راہ خدا میں ہجرت کرتے کرتے گزری گئی۔(الطبقات الکبریٰ، ج:1، ص:)

آپ علیہ السلام کی شان وعظمت اس قدر بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ابراہیم نے کہا تھا میرے مالک مجھے دکھا کہ تو مردوں کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ فرمایا کیا تو ایمان نہیں رکھتا، آپ نے عرض کی ایمان تو رکھتا ہوں مگر دل کا اطمینان مطلوب ہے۔ فرمایا اچھا تو پھر چار پرندے لیں اور ان کو اپنے آپ سے مانوس کریں پھر ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہاڑ پر رکھ دیں۔ پھر ان کو پکاریں تو آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔ خوب جان لیں! کہ اللہ نہایت بااقتدار اور حکمت والا ہے۔(سورۃ البقرہ:260)

مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے یہ جاننے کی خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ حشر میں مردوں کو زندہ کیسے کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انہیں قیامت پر ایمان نہیں تھا یا انھیں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر شک تھا بلکہ وہ اس سلسلے میں شرح صدر اور اطمینان قلب کے خواہش مند تھے۔ آپ علیہ السلام ہمہ وقت اطاعت الٰہی اور رضائے الٰہی میں سرگرداں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار مختلف موقعوں پر آزمایا، ہر بار

حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔سب سے بڑی آزمائش بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے متعلق تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا''اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وفا کا حق ادا کردیا''(سورۃ النجم آیت:37)

سیرت ابراہیمی کا ایک نمایاں پہلو حلم و بردباری ہے۔''حلم'' سے مراد یہ ہے کہ آدمی غیظ و غضب کے موقع پر اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے اور''بردباری'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بدسلوکی کرے تو جواب میں وہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے۔حلم و بر باری کی یہ صفت آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے''حقیقت میں ابراہیم علیہ السلام بڑے حلیم اور نرم دل آدمی تھے اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتے تھے۔''(سورۃ ہود، آیت:75)

سیرت ابراہیمی کا ایک اور مرکزی پہلو آپ کا مہمان نواز ہونا تھا۔آپ علیہ السلام مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے حتی کہ بعض اوقات مہمان کی تلاش میں دو دو میل دور تک نکل جاتے تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کا ذکر قرآن مجید میں کئی بار کیا گیا ہے۔شرک کے خلاف جہاد اور اللہ کی وحدانیت کو قائم کرنا سیرت ابراہیمی کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔آپ علیہ السلام جس دور میں مبعوث کیے گئے وہ دور شرک اور بت پرستی کے عروج کا دور تھا ہر طرف شرک، بت سازی، بت پرستی، ستارہ پرستی، آگ پرستی یعنی ہر طرف شرک کا دور دورہ تھا۔آپ نے ہر طرح کے شرک کے خاتمے کے لئے بڑی جدوجہد کی۔آپ نے نہ صرف زبان سے بت پرستی کی مذمت کی بلکہ جب موقع ملا تو خود اپنے ہاتھوں سے بھی ان بتوں کو پاش پاش کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا تذکرہ فرمایا۔جب سب لوگ میلے میں چلے گئے تھے تو آپ نے ان کے تمام بتوں کو پارہ پارہ کردیا تو لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ بت کس نے توڑے ہیں تو آپ نے جواب دیا''یہ سب کچھ ان کے سردار نے کیا ہے انھیں سے پوچھ لو اگر یہ بولتا ہو۔''(سورۃ الا نبیاء:63)مزید فرمایا''پھر کیوں تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ کچھ نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان۔تف ہے تم پر اور تمھارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے؟(سورۃ الانبیاء:67-66)

قرآن مجید میں حضرت ابرہیم علیہ السلام کی بہت سی مقبول دعاؤں کا تذکرہ ہے جس میں ہمارے لیے پیغام یہ ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے برگزیدہ بندوں کی طرح رجوع کریں۔

☆☆☆☆☆☆

ماہ ذی الحج فضائل ومسائل

از: مفتی محمود اختر القادری رضوی امجدی دارالافتاء، ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سال کے بارہ مہینوں میں سے حرمت وعظمت والے مہینے صرف چار ہیں، جن کی حرمت کا ذکر قرآن مجید، فرقان حمید میں یوں ہوا:

"ان عـدة الشهور عند الله اثنتى عشر شهراً فى كتاب الله يوم خلق السموات و الارض منهـا اربعة حرم" بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان وزمین بنائے، ان میں چار حرمت والے ہیں۔ (کنزالایمان)

حرمت والے چار مہینے، رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، اور محرم ہیں۔ جس کی وجہ سے ذوالحجہ کی حرمت وعظمت ظاہر ہے، نیز شہر حج سے ہے، جو اس کی عظمت وبزرگی کی دلیل ہے۔

ذوالحجہ کے عشرہ اول کی فضیلت: اس مہینے کی پہلی صبح اور ابتدائی دس آیتوں کی قسم، اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مجید میں یاد فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا: **"والفجر و ليالٍ عشر"** اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی۔ ایک تفسیر کے مطابق یہاں صبح سے مراد پہلی ذی الحجہ کی صبح ہے، اور یہاں "لیال عشر" کے بارے میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی راتیں ہیں۔

رمضان المبارک کے بعد اعمال صالحہ کے لئے تمام دنوں سے افضل ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ ان دنوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: **"ما من ايام العمل الصالح فيهن احب الى الله تعالىٰ من هذه الايام قالوا يا رسول الله و لا الجهاد فى سبيل الله قال و لا الجهاد فى سبيل الله الا رجل خرج بنفسه و ماله ثم لم يرجع من ذالك بشيىء"** یعنی: ان دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ کو محبوب نہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ راہ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ فرمایا: راہ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں۔ مگر وہ شخص جو اپنی جان ومال لے کر نکلے، پھر ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے۔ (بخاری، ترمذی، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں "**ما من ایام احب الی اللہ تعالیٰ ان تعبد له فیها من عشر ذی الحجة یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة و قیام کل لیلة منها بقیام لیلة القدر**" اللہ کو عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ پسندیدہ کسی دن کی عبادت نہیں۔ان کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔اور ہر شب کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)

یوم عرفہ کی فضیلت اور اس کا روزہ: یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔عرفہ کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہے۔اور زمین والوں کے ساتھ آسمان والوں پر مباہات کرتا ہے، ان سے فرماتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو! کہ پراگندہ سر، گرد آلودہ، دھوپ کھاتے ہوئے، دور دور سے میری رحمت کے امیدوار حاضر ہوئے۔تو عرفہ کے دن سے زیادہ، جہنم سے آزاد ہونے والے کسی دن میں نہیں دیکھے گئے۔ (ابویعلیٰ، بزار، ابن خزیمہ، بحوالہ بہار شریعت)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اقدس نے ارشاد فرمایا: عرفہ سے زیادہ کسی دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں فرماتا۔پھر ان کے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔(مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

حضور اکرم افرماتے ہیں: مجھے اللہ پر گمان ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل و ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔(مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایام عرفہ کے روزے کو ہزاروں دن کے روزوں کے برابر قرار دیتے ہیں۔اور دو سالوں کے گناہوں کی معافی۔ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کی۔(فتاویٰ رضویہ، جلد ۴ صفحہ ۶۵۹)

حج کرنے والوں کو یوم عرفہ کا روزہ مکروہ ہے۔کیوں کہ حضور اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

قربانی کے فضائل: قربانی حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے، اور دسویں ذی الحجہ کو قربانی سے زیادہ کوئی عمل اللہ کو محبوب نہیں ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی: **یا رسول اللہ ا ما ھذہ الاضاحی** ۔ یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا: **سنۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام**۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: **فما لنا فیھا یا رسول اللہ** ۔ ہمارے لئے ان قربانیوں میں کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا: **بکل شعرۃ حسنۃ** ہر بال کے مقابل نیکی ہے۔ عرض کی **فالصوف یا رسول اللہ** ، حضوران کا کیا حکم ہے؟ فرمایا "**بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ**" اون کے ہر بال کے بدلے میں بھی نیکی ہے۔ (ابن ماجہ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا کہ یوم النحر میں ابن آدم کا کوئی عمل خون بہانے اور قربانی کرنے سے زیادہ پیارہ نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ، بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا عید کے دن جو روپیہ قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔ (طبرانی)

اور جو شخص باوجود استطاعت کے قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کرے سید عالم، رحمت دوعالم انے اس سے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں "جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے، وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے" (ابن ماجہ)

سید عالم فرماتے ہیں: کہ افضل قربانی وہ ہے کہ جو قیمت کے اعتبار سے اعلیٰ ہو اور خوب تندرست ہو۔

قربانی واجب ہونے کے شرائط: ا۔ مسلمان ہونا۔ غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔ ۲۔ مقیم ہونا۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ ۳۔ غنی ہونا۔ فقیر پر قربانی واجب نہیں۔ یہاں پر غنی ہونے سے مراد وہی ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے۔ وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ۴۔ آزاد ہونا۔ غلام و باندی پر قربانی واجب نہیں۔ قربانی کے لئے بالغ ہونا شرط ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ نابالغ پر قربانی واجب نہیں نہ خود اس پر اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کے باپ پر۔

یہاں چند امور کی وضاحت ضروری ہے!

1۔قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔مگر شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی نہیں ہوسکتی۔قربانی کے وقت کے کسی بھی حصہ میں اگر شرائط پائے گئے تو قربانی واجب ہے۔مثلاً کوئی شخص قربانی کے ابتدائے وقت میں کافر تھا اور بارہویں کے غروب سے قبل مسلمان ہو گیا، یا غلام تھا اور آزاد ہو گیا، یا مسافر تھا اور مقیم ہو گیا، تو دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں اس پر قربانی واجب ہے۔ مسافر پر واجب نہیں، مگر بطور نفل کرے تو ہو جائے گی اور ثواب پائے گا۔مسافر اگر قربانی کے وقت کے اندر اپنے وطن پہنچ جائے یا کہیں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے، تو قربانی واجب ہو جائے گی۔حج کرنے والے اگر مسافر ہیں تو ان پر عید والی قربانی واجب نہیں۔اور اگر مسافر نہ ہوں، جیسے مکہ معظّمہ یا قریب کی آبادی جیسے جدہ کے رہنے والے، ان پر عید والی قربانی واجب ہے۔اسی طرح جو لوگ منیٰ کی روانگی سے پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن پہلے مکہ معظّمہ پہنچے اور حج سے قبل مدینہ منورہ وغیرہ جانے کا ارادہ نہیں ہے تو وہ مقیم ہیں، ان پر عید والی قربانی واجب ہے۔اور یہ قربانی وہ حرم کے علاوہ کسی اور جگہ بھی کرا سکتے ہیں۔

2۔غنی ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بہت مالدار ہو، اس پر زکوٰۃ فرض ہو بلکہ جو ساڑھے باون تولہ یعنی چھ سو گرام چاندی یا اس کی قیمت کا مالک ہو یا حاجتِ اصلیہ کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو، وہ غنی ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔

3۔حاجت اصلیہ سے مراد رہنے کا مکان، خانہ داری کے ایسے سامان جن کی حاجت ہو، سواری، خادم، ٹھنڈی یا گرمی میں پہننے کے کپڑے، پیشہ وروں کے اوزار، اہل علم کے لئے حاجت کی کتابیں، کھانے کے لئے غلہ۔

4۔حاجت اصلیہ کے سوا اگر کسی کے پاس اتنی قیمت کا سامان بھی ہے، جیسے ٹی۔وی، ریڈیو، زیورات، ایسے برتن جن کا استعمال نہیں ہوتا، صرف سجانے کی نیت سے رکھے ہیں تو ایسے شخص پر قربانی واجب ہے۔ ہاں جس پر قرض ہے، اگر اس کے مال سے قرض کی مقدار تک الگ کریں تو بقیہ مال ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نہ ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

5۔قربانی کے جانور: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں: ۱۔اونٹ ۲۔گائے ۳۔بکری۔بھینس کا شمار گائے میں ہوتا ہے۔بھیڑ، دنبہ، بکری میں داخل ہیں، ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے، ان میں نر، مادہ، خصی، غیر خصی سب کا حکم ایک ہے۔

6۔جنگلی جانور، مثلاً ہرن، نیل گائے وغیرہ کی قربانی جائز نہیں۔ جانوروں میں ماں کا اعتبار ہے،لہٰذا ہرن اور بکری مل کر بچّہ پیدا ہوا تو اس کی قربانی جائز ہے۔اور بکرے اور ہرنی سے مل کر بچّہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی قربانی جائز نہیں۔

7۔قربانی کے لئے اونٹ کی عمر پانچ سال، گائے بھینس کی عمر دو سال، اور بکری کی عمر ایک سال ہے۔جس کی عمر اس سے کم ہو اس کی قربانی درست نہیں، زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔

8۔قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہئے،تھوڑا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ اور زیادہ عیب ہو تو قربانی ہوگی ہی نہیں۔(درمختار، عالمگیری، بہارشریعت)

جس کا سینگ مینگ تک ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اور اس سے کم ٹوٹا ہو تو جائز ہے۔

9۔ پاگل پن اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے، یا جانور اتنا کمزور ہے کہ ہڈی میں مغز نہ رہا، تو قربانی جائز نہیں۔اسی طرح جانور اندھا ہو یا کانا ہو جس کا کانا پن ظاہر ہو، یا لنگڑا ہو جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے، یا اتنا بیمار ہو کہ اس کی بیماری ظاہر ہو۔جس کے کان یا دم تہائی سے زیادہ کٹے ہوں، جس جانور کے پیدائشی دونوں کان یا ایک کان نہ ہو، یا جس کی نظر تہائی سے زیادہ جاتی رہی ہو، جس کے دانت نہ ہوں، جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں، جس کی ناک کٹی ہو، علاج کے ذریعے جس کا دودھ خشک کر دیا گیا ہو، خنثیٰ جانور یعنی جس جانور میں نر، مادہ دونوں کی علامتیں ہو، جلاّلہ یعنی وہ جانور صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔(درمختار، عالمگیری، بہارشریعت)

10۔قربانی کے وقت جانور اچھلا، کودا جس کی وجہ سے اس میں عیب پیدا ہوگیا، یہ عیب مضر نہیں، قربانی ہو جائے گی، جس کے کان یا دم تہائی سے زیادہ کٹے ہوں، جس کے کان چھوٹے ہوں جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ ہو، جس کے دودھ نہ اترتا ہو، خصی، یا جس کے خصیے اور عضوِ تناسل سب کاٹ لئے گئے ہوں، ان سب کی قربانی جائز ہے۔(درمختار، بہارشریعت)

11۔قربانی کے جانور میں شرکت: قربانی کے بڑے جانور، گائے، بھینس کی قربانی سات اشخاص کی طرف سے ہوسکتی ہے، اگر ایک جانور میں چند اشخاص شریک ہوں تو ضروری ہے کہ ہر شخص صحیح العقیدہ مسلمان ہو اور ہر ایک کی نیت تقرب کی ہو، کسی کا ارادہ محض گوشت کھانا نہ ہو، خواہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو جیسے ہر ایک کی نیت قربانی کی ہو، یا مختلف قسم کے تقرب ہوں جیسے بعض پر کفارہ کا دم واجب ہو اور بعض پر تمتع یا قران کا دم، اور بعض

عیدالاضحیٰ کی قربانی کریں، یہ سب ایک ہی جانور میں شرکت کر سکتے ہیں، اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ عقیقہ بھی تقرب کی ہی ایک صورت ہے۔

12۔قربانی کے بعض مستحبات اور اس کا طریقہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ، موٹا، خوبصورت اور بڑا ہو۔ ذبح کرنے سے پہلے چھری تیز کر لی جائے۔ ذبح کرنے سے پہلے، جانور کو چارہ، پانی، دے دیں، بھوکا، پیاسا ذبح نہ کریں۔ ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں۔ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کریں۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی جانب ہو۔ اور اپنا داہنا پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے۔ ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے: ''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَنِیْفاً وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ''

اسے پڑھ کر ذبح کر دیں، قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامِ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. دوسرے کی طرف سے ذبح کرے تو ''منی'' کی جگہ من کہہ کر اس کا نام لے۔ ذبح کے بعد، جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے یعنی اس کے تمام اعضاء سے روح نکل نہ جائے، اس وقت تک، ہاتھ، پاؤں نہ کاٹیں، اور نہ چمڑا اتاریں۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے، اور اگر اچھی طرح ذبح نہ کرنا جانتا ہو تو دوسرے کو ذبح کرنے کے لئے کہے۔ مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ قربانی کے وقت حاضر رہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور انے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کھڑی ہو جاو؟ اور قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کہ اس کے خون کے پہلے قطرہ میں جو کچھ گناہ کئے ہیں سب کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس پر حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہا یہ آپ کی آل کے لئے خاص ہے یا آپ کی امت کے لئے بھی ہے، اور عامہ مسلمین کے لئے بھی۔ فرمایا: میری آل کے لئے خاص بھی ہے اور تمام مسلمین کے لئے عام بھی ہے۔

12۔قربانی کے گوشت و پوست کا حکم: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور دوسرے شخص، مالدار یا فقیر کو بھی دے سکتے ہیں، کھلا سکتے ہیں۔ بلکہ اس میں سے کچھ کھانا قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کئے جائیں، ایک حصہ فقیروں کے لئے، ایک حصہ دوست واحباب کے

لئے ،ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لئے ۔نیز کل گوشت صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔اور کل گھر ہی کے لئے رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔قربانی کا گوشت تین دن سے زائد رکھنا بھی جائز ہے۔جس کے اہل وعیال کثیر ہوں اور وہ صاحب وسعت نہیں ہے،تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچّوں کے لئے رکھ چھوڑے۔(بہار شریعت، عالمگیری)

قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے، کیوں کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔بعض فقہانے جو دینے کو جائز کہا ہے وہ ذمی کافر کے لئے ہے۔اور یہاں کوئی ذمی یامستأ من نہیں۔

13۔قربانی اگر منت کی ہے تو اس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ مالداروں کو کھلا سکتا ہے، بلکہ اس کو صدقہ کر دیناواجب ہے۔میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کا گوشت بھی خود کھائے ، دوست واحباب کو دے، فقیروں کو دے، سارا گوشت فقیروں ہی کو دینا ضروری نہیں، ہاں اگر میت نے وصیت کی تھی تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کردے۔(ردالمحتار، بہار شریعت)

14۔قربانی کا چمڑااوراس کی جھول،رسی، گلے کا ہار وغیرہ سب صدقہ کردے۔قربانی کے چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں بھی لا سکتے ہیں۔مثلاً اس کی جاء نماز، تھیلی،مشکیزہ، دسترخوان وغیرہ بنوائیں،اور خود استعمال کریں تو حرج نہیں۔اگر روپے، پیسے کے بدلے قربانی کی کھال فروخت کرے تو ان روپیوں پیسوں کا صدقہ کردے، مدارس دینیہ یا فقرا پر صدقہ کرنے کے لئے قربانی کی کھال بیچے تو جائز ہے۔قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کا کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتے ہیں۔مشترک جانور ہو تو گوشت وزن سے تقسیم کیا جائے۔محض اندازے اور تخمینے سے تقسیم نہ کریں۔قربانی کی کھال تعمیر مسجد کے لئے بھی دے سکتے ہیں، کہ اس میں تملیکِ فقیر شرط نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ نغمہ فصلِ گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فلسفہ قُربانی اور اس میں پوشیدہ حکمتیں

ڈاکٹر سعید احمد صدیقی

عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی ایک فریضہ بھی ہے اور دینی شعار بھی۔قرآن وسنت میں قربانی کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں۔فلسفہ قربانی تسلیم ورضا کی لازوال داستان ہے۔جس میں قدرت کی طرف سے بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور آپ ﷺ برابر ہر سال قربانی فرماتے رہے۔'' (جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس کے پاس گنجائش ہو اور اس کے باوجود وہ قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔(ابن ماجہ۔باب الاضاحی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عیدالاضحیٰ کے دن فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں''۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

قربانی کے عظیم شعار پر عمل کرنے کے بارے میں پوری امت مسلمہ سرکار دو عالم ﷺ کے دور سے تا حال اس بات پر متفق ہے کہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت جو رحمۃ للعالمین ﷺ کے عمل کے باعث پوری امت مسلمہ کے لیے ضروری قرار پائی، یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور جب تک مسلمان اس دنیا میں ہیں، اس عظیم شعار پر عمل ہوتا رہے گا، اس سلسلے میں امت کی دو رائے نہیں۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کا اسوہ حسنہ ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے لیے مشعل راہ ہے اور ہم نے دیکھ لیا کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں قربانی فرماتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ معمول پوری مدنی زندگی پر محیط ہے، مگر آج آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ، آپ ﷺ کے فرامین، صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ کے فرامین اور عمل کے سامنے رائے زنی کی جسارت کرنا اور قرآنی آیات کی من مانی تاویلات کرنا ہمارے بعض نام نہاد دانشوروں کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے۔ یہ آپ ﷺ کے فرامین مبارکہ کا انکار اور عمل تواتر کی مخالفت کی ناپاک جسارت ہے۔اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ہر سال پچھلے سال کی نسبت زیادہ قربانی ہوتی ہے۔قرآنی آیات،

قول رسول ﷺ، عمل رسول ﷺ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قربانی، حج یا خانہ کعبہ سے مشروط نہیں۔اس کی فضیلت اپنی جگہ مگر ہر صاحب نصاب مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو، وہ اپنے مقام پر قربانی کرے جس طرح آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی فرمائی۔

ہمارے بعض مفکرین اور دانش ور یہ رونا روتے ہیں کہ تین دنوں میں مسلسل لاکھوں جانور ذبح کرنے سے جانور کم ہو جائیں گے۔معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے، پورا سال لوگوں کو گوشت ملنے میں مشکلات پیدا ہوں گی، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے اس باطل اندیشے کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔تحقیق، عمل، اعداد وشمار ان کے اندیشے کی نفی کرتے ہیں۔نظام قدرت پورے عالم میں ہمیشہ سے یہ ہے کہ جب دنیا میں کسی چیز کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے تو رب العالمین اس چیز کی پیداوار بڑھا دیتا ہے اور حسب ضرورت ہوتی ہے تو پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے، مثال کے طور پر اب سے سو سال پہلے تک تمام سفر گھوڑوں پر طے کیے جاتے تھے اور ساری دنیا میں جنگیں گھوڑوں کے ذریعے ہی کی جاتی تھیں، فوج کے لیے لاتعداد گھوڑے پالے جاتے۔اب موجودہ زمانے میں جب گھوڑوں کی جگہ موٹر، ہوائی جہاز اور دیگر سواریوں نے لے لی ہے تو ان دانش وروں کے مطابق گھوڑوں کی تعداد بہت بڑھ جائے، گلی کوچوں میں گھوڑے پھرتے نظر آئیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعداد گھٹ گئی اور قیمت بڑھ گئی۔

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، پوری دنیا میں ان کی فراوانی ہے، اس کے مقابلے میں جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ان کی تعداد مسلسل گھٹ رہی ہے۔بعض کی تو نسل ناپید ہو رہی ہے۔

یہ قدرت کا کارخانہ، اس کا نظام، انسانی سمجھ، فہم و ادراک اور انسانی تجزیوں سے بہت بلند ہے، لاکھوں جانور جو روزانہ گوشت کے لیے ذبح کیے جاتے ہیں، وہ عید کے دن ذبح نہیں ہوتے، بلکہ عید سے قبل اور بعد بھی ذبح ہوتے ہیں، اس طرح کچھ معمولی سا فرق پڑتا ہے جو کسی بھی طرح سے قابل توجہ نہیں، پھر عید کے موقع پر بعض ایسے لوگوں کو بھی گوشت پہنچ جاتا ہے جو سال میں ایک دو مرتبہ ہی گوشت کھا سکتے ہیں۔

آج اہل مغرب، روس، جاپان اور دیگر ترقی یافتہ ممالک کا سب سے بڑا مسئلہ قلت آبادی ہے، کیوں کہ ان کا اندیشہ قلت خوراک اس کا سبب بنا۔آج ان کے وجود کو خطرہ لاحق ہوتا جا رہا ہے۔ان کی آبادی کی شرح مسلسل گر رہی ہے۔کیوں کہ انہوں نے خدا کے بنائے ہوئے قانون کے مقابلے میں ایک نام نہاد منفی نظریے کو اپنا آئیڈیل تصور کیا۔آج جب وہ خود ہی تباہی کا شکار ہو رہے ہیں تو انہوں نے مسلم ممالک میں

انحطاط آبادی کی مذموم مہم شروع کر رکھی ہے اوران پر جنگ مسلّط کر رکھی ہے کہ کسی طرح ان کی آبادی انحطاط کا شکار ہو۔

منکرین قربانی کے منفی پروپیگنڈے میں ایک پروپیگنڈا یہ بھی ہے کہ جو روپیہ پیسا قربانی پر خرچ ہوتا ہے،اس سے ضرورت مندوں کی مدد کی جائے اور قربانی کی مد میں اسے ضائع نہ کیا جائے۔ بے شک ضرورت مندوں کی مدد ضروری ہے،مگر اس کے لیے اسلامی شعائر کے گلے پر چھری نہ پھیریں، کچھ خواہشات نفس کی قربانی کر کے ضرورت مندوں کی مدد کیجیے۔قربانی سے بہر حال ضرورت مندوں کی مدد ہوتی ہے۔گوشت کے ذریعے، چرم قربانی کے ذریعے ہزاروں لوگوں کو ان تین دنوں میں بڑے پیمانے پر روزگار ملتا ہے جو جانور ذبح کرتے ہیں، وہ اتنا کما لیتے ہیں جو ان تین دنوں میں ان کے مہینے بھر کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ہر عبادت میں ثواب کے علاوہ کچھ مخصوص آثار بھی ودیعت کیے گئے ہیں۔ جیسے نماز میں تواضع و انکساری، زکوۃ میں مال کی تطہیر، روزہ اور حج سے اللہ کی محبت بڑھتی ہے اور اس میں ترقی ہوتی ہے،اسی طرح قربانی سے ایمان واخلاص میں قوت، اعمال شاقہ کے لیے عزم وہمت پیدا ہوتی ہے۔نہ صرف قربانی بلکہ ہر معاملے میں ہم اپنے پیارے نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں، آپ ﷺ کی اتباع میں ہماری دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی مضمر ہے۔قربانی کے حوالے سے ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے کہ آپ ﷺ نے مدنی زندگی میں پابندی سے قربانی کا فریضہ انجام دیا اور یہ بھی فرمایا کہ جو گنجائش کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ اسلامی فکر سے عاری دانش ور اور منکرین حدیث کے پروپیگنڈے کا شکار نہ ہوں، اپنی حیثیت کے مطابق اخلاص کے ساتھ قربانی کریں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کے فرامین اور عمل وسنت کے آگے کسی بھی پروپیگنڈے کی کوئی حقیقت نہیں۔عہد کریں نہ صرف قربانی بلکہ ہر معاملے میں پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات اور طور طریقوں پر عمل کریں گے، ہر معاملے میں یہ دیکھیں گے کہ اللہ کریم کا حکم اور پیارے نبی ﷺ کا طریقہ کیا ہے۔بس وہی ہمارے لیے راہ نجات ہے۔ہم اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی تمام تر خواہشات نفسانی کو قربان کریں گے اور پیارے نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فلسفہ حج

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

اسلامی فلسفہ زندگی اور اسلامی قانون و احکام دنیا کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے جسے اپنا کر دنیا کے تمام غموں سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے اور صرف آخرت ہی نہیں، اس زندگی کو بھی قابل رشک بنایا جا سکتا ہے۔ قرآن و سنت سے دوری سے صرف مسلمان ہی اس کی خیر و برکت سے محروم نہیں ہوئے بلکہ تمام عالم انسانیت اس چشمہ حیات کے فیض و برکت سے محروم ہوگئی۔ آج دنیا مختلف علوم وفنون سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ زمین نے اپنے خزانوں کی کنجیاں نوع انسانی کے سپرد کر دیں۔ تحقیق وتفتیش کے نت نئے ذرائع فطرت کے پوشیدہ خزانوں کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ علوم وفنون کے تنوع نے ترقی کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ اس تمام ترقی کے باوجود امن عالم کے لئے کی جانے والی تمام کاوشیں اسلامی احکام کی نقالی کرنے کی ناکام کوشش ثابت ہوئیں اور صدیاں گزرنے کے باوجود اصل کی خُو بُو بھی حاصل نہ کر سکیں۔

اسلامی عبادات کی روح۔۔۔قومی نظم

نماز کی فرضیت سے صرف یہ مقصد ہوتا کہ بندے اور رب میں، عبد اور معبود میں ایک روحانی رشتہ قائم رہے، جس کا باہر کی دنیا سے کوئی تعلق نہ ہو، تو اس کے لئے نہ مساجد کی ضرورت تھی، نہ اذان کی بلکہ ہر بندہ گھر سے باہر یا گھر کے اندر کسی گوشہ عزلت کا مکین بن جاتا۔ کاروبار، اہل وعیال سے الگ تھلگ اللہ کی عبادت کرتا۔ نہ دکھلاوا اور نہ ریاء کاری کا شائبہ، مگر ایسا نہیں۔ دور اول میں دین کا مرکز مسجد تھی جس میں صرف نماز ہی ادا نہیں کی جاتی تھی بلکہ زکوٰۃ، عشر، مال غنیمت، فئی، جزیہ وخراج سے حاصل ہونے والا مال بھی جمع کیا جاتا تھا۔ یہی بیت المال اور قومی خزانہ تھا۔۔۔ یہیں مقدمات وتنازعات سنے جاتے اور ان کے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے ہوتے۔۔۔ جرائم اور مجرم کی یہیں تحقیق وشنید ہوتی۔۔۔ صلح وجنگ، حدود وقصاص کے احکام پر عمل درآمد بھی یہیں کیا جاتا۔۔۔ حتیٰ کہ مسجد میں ہی جنگی مہمات کی منصوبہ بندی ہوتی اور یہیں سے فوجوں کی تیاری اور اطراف و اکناف میں روانگی ہوتی۔

اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ نماز کے اوقات مقرر ہوئے۔ اذان کا حکم دیا گیا۔ بستی چھوٹی ہو یا بڑی مگر مسجد کی تعمیر سب سے پہلے۔ یہ مسلم تنظیم کا پہلا یونٹ اور دینی سرگرمیوں کا مرکز قرار پائی۔ جہاں ہر مسلمان عورت و مرد اور بچوں، بچیوں کو دن میں پانچ مرتبہ حاضر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ جہاں دن میں پانچ مرتبہ ایک تنظیم کے ممبر جمع ہوں گے اور ان کا حاکم ان کو نماز کی امامت کروائے گا۔ عوام بلا

روک ٹوک اس سے مل سکیں گے، کسی ایجنڈے اور پروگرام کی پیشگی اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں۔لوگ آپس میں ملاقات کریں گے اور ایک دوسرے کے سکھ دکھ سے آگاہ ہوں گے۔

پھر ایک بڑا حلقہ تشکیل پا گیا جس میں قریب قریب کی کئی مساجد کے نمازی ایک بڑی مسجد میں نماز جمعہ کے لئے جمع ہوتے گئے اور معلومات و بھائی چارے کا حلقہ مزید وسیع ہوتا چلا گیا۔آگے بڑھیں تو عیدین کی نماز کھلے میدانوں میں بڑے بڑے اجتماعات کی شکل اختیار کرتی چلی گئی۔عہدِ رسالت و خلافت میں ان تمام نمازوں میں جہاں کوئی بڑا عہدیدار ہوتا وہاں نمازوں کی امامت وہی کرواتا تھا۔یہ ممکن نہ تھا کہ کسی سطح کے بڑے حاکم و عہدیدار کی موجودگی میں کوئی شخص بلا اجازت نماز کی امامت کروائے۔وہی حکمران، وہی فوجی افسران اور وہی نمازوں میں عوام کے امام ہوتے تھے۔اور یہ منصبِ امامت عزت و عظمت کی علامت ہوتا تھا۔

حج۔۔۔وحدتِ امت کا سرمایہ وذریعہ

پھر حج کی صورت میں مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع مقرر ہوا تاکہ دور دراز کے مسلمان، عوام و خواص مختلف رنگوں، نسلوں، زبانوں کے بولنے والے، مختلف الانواع تہذیب و ثقافت، تمدن کے حامل مگر ایک دین کے پیروکار اس عالمی اجتماع میں ایک دوسرے سے ملیں۔ باہمی تعارف ہو، ایک دوسرے کے مسائل و مشکلات سے آگاہ ہوں اور یہی ان کا بین الاقوامی مرکز قرار پائے۔اس سے مسلمانوں میں باہمی رابطے مضبوط ہوں۔۔۔ان کے حکمران علاقائی مسائل کو زیر بحث لائیں۔۔۔مظلوم جہاں کہیں ہوں ان کی سیاسی، مالی اور اخلاقی مدد کریں۔۔۔حوادث، سانحات، قحط، سیلابوں، زلزلوں اور مظالم کا شکار بھائیوں کے مصائب کا ادراک و احساس کریں۔۔۔ان کے ازالہ کی تدبیریں اور عملی جدوجہد کریں۔۔۔اپنے قدرتی وسائل کو غیروں کے تسلط سے واگذار کروائیں۔۔۔ان وسائل پر جن کا حق ہے ان پر خرچ کریں۔۔۔اپنی معیشت کو مضبوط کریں۔۔۔ اپنے عوام کی تعلیم، صحت، صنعت، حرفت، زراعت کو ترقی دیں۔۔۔اپنا دفاع، اپنی آزادی، اپنی عزت اور عظمت رفتہ کی بحالی پر اپنے وسائل خرچ کریں۔

قرآن مجید میں کس فصاحت و بلاغت سے یہ بات بتائی گئی اور ان مقاصد کے حصول کا حکم دیا۔ارشاد ہوا:

لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ

''(مسلمان حج کے موقع پر) اپنے فوائد و مفادات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوں''۔(الحج:28)

حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''دینی بھی، دنیوی بھی، جو اس عبادت (حج) کے ساتھ خاص ہیں۔دوسری عبادات میں نہیں پائے جاتے''۔

علامہ اقبال نے حج کی کتنی خوبصورت ترجمانی کی ہے:

طاعتے ،سرمایہ جمعیتے ربطِ اوراق کتاب ملتے

''(حج) اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے، وحدت امت کا سرمایہ و ذریعہ ہے، کتاب ملت کے منتشر اوراق (یعنی افراد امت) کی جلد بندی ہے''۔

اسلامی عبادات کے ثمرات سے محرومی کیوں؟

افسوس صد افسوس کہ ہم غیروں کی غلامی کے شکنجے میں اتنے جکڑے ہوئے ہیں کہ گویا قرآن کریم نے کسی اور کا نہیں ہمارا ہی نقشہ کھینچا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ صل لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ز وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَاز وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَاط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ

''اور بے شک ہم نے جہنم کے لیے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سے (افراد) کو پیدا فرمایا وہ دل (ودماغ) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سمجھ نہیں سکتے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) دیکھ نہیں سکتے اور وہ کان (بھی) رکھتے ہیں (مگر) وہ ان سے (حق کو) سن نہیں سکتے، وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (ان سے بھی) زیادہ گمراہ، وہی لوگ ہی غافل ہیں''۔

(الاعراف:179)

یہ ہمارا نظام ملوکیت ہے جو سامراج کے نسلی جدی پشتی غلاموں نے ہم پر مسلط کر رکھا ہے۔ یہ اُن کے لئے غلام جبکہ عوام کے لئے بادشاہ بنے بیٹھے ہیں۔ یہ بادشاہی بھی داؤد وسلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کی نہیں بلکہ فراعنہ، نمارده اور قیصر و کسریٰ کی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں:

خود طلسم قیصر و کسریٰ شکست
خود سر تخت ملوکیت نشست

''مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے قیصر و کسری کی شعبدہ بازی پارہ پارہ کی اور خود ہی تخت ملوکیت پر براجمان ہو گئے''۔

آج مسلمانوں پر آمریت، ملوکیت اور جمہوری قباء میں شہنشاہیت کی بدترین شیطانی قوتیں مسلط ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن ، اندروں چنگیز سے تاریک تر

مزید فرماتے ہیں:

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اسی نظام ظلم کی حفاظت میں ہمارے ملا و صوفی (الا ماشاء اللہ) بھی کمر بستہ ہیں۔صوفی و ملا ملوکیت کے بندے ہیں تمام

امتے برامتے دیگر چرد
دانہ ایں می کاشت،او حاصل برد

''ایک طبقہ دوسرے کی فصل چگ رہا ہے۔یہ دانہ کاشت کرتا ہے،وہ فصل لے جاتا ہے''۔

ملا و صوفی اور بادشاہوں کی طرح ظالم حکمرانوں کے علاوہ ان ظالم حکمرانوں کے خود ساختہ آئین وقوانین بھی مسلمانوں کے عروج وکمال اور عبادات کے ثمرات کے حصول میں بڑی رکاوٹ ہیں۔

حاصل آئین و دستور ملوک
دہ خدایاں فربہ و دہقاں چو دوک

''بادشاہوں کے آئین و دستور کا مقصد ونتیجہ یہ ہے کہ جاگیر دار موٹے وشکم سیر ہیں اور ہاری، کسان،مزدور ایسے ہے جیسے چرخے کا تکلا''۔

تا تہہ و بالا نہ گردد ایں نظام
شوکتِ دنیا و دیں سودائے خام

''جب تک یہ ظالمانہ نظام سیاست (ملوکیت) الٹ پلٹ نہ ہو جائے، دنیا و دین اور شوکت و دانش خام خیالی ہے''۔

دور ملوکیت کی یہ شب تاریک جو صدیوں سے ہم پر مسلط ہے جب تک قائم رہے گی، نہ اس امت کی تقدیر بدلے گی اور نہ ظلمت وظلم کافور ہوگی اور نہ انسانیت غیر عادلانہ شکنجوں سے آزاد ہوگی۔

کیا وہ گھڑیاں لوٹ کر آئیں گی۔۔۔؟

حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں اتحاد، یقین اور نظم کے فوائد نہ صرف امت مسلمہ کے لئے بلکہ تمام دنیا کے لئے

پنہاں ہیں۔اس سے یقینِ محکم، عملِ پیہم، محبت فاتح عالم کے انوار کی خیرات بٹتی ہے مگر ہم پر ایسے اندھے و بہرے حکمران اور شیطانی سائے مسلط ہیں، جن سے ہم ان انوار و برکات سے خود ہی محروم ہیں، دوسروں کو کیا دیں گے۔آج امت کہاں کہاں کس حال میں ہے۔ہمارے حاکم ہمارے خادم ہیں یا خدام۔۔۔؟ دور و نزدیک سے عوام کی آواز بااختیار لوگوں تک پہنچتی ہے یا راہوں میں ہی بھٹکتی ہے۔۔۔؟ مظلوم کی ہر سطح پر دادرسی ہو رہی ہے یا ظالم کو تحفظ اور مظلوم کو دھتکارا جاتا ہے۔۔۔؟ کیا حکمرانوں اور بااثر طبقات کی زیادتی اور مظلوم کی فریاد کو دیکھا سنا اور موقع پر بدلہ دیا جاتا ہے یا مظلوم کو دھتکار دیا جاتا ہے۔۔۔؟ ناحق قتل و غارت کرنے والوں کو فوراً سرِعام سزا ملتی ہے یا شیطانی آنت کی طرح عمر بھر کے لئے انکوائری کمیٹیاں ہی بنتی رہتی ہیں۔۔۔؟

ذرا چشم تصور میں دورِاول کی برکات لے کر آئیں۔جب ہر ذی استطاعت مسلمان اپنے مرکز میں حاضر ہوتا تھا اور اُسے عدل و انصاف ملتا تھا۔۔۔اپنے حقوق کے حصول کے لئے اُسے دھکے نہیں کھانے پڑتے تھے۔۔۔حج کے اس عظیم اجتماع عام میں جرائم کی فوری شنوائی، سزاؤں کا فوری نفاذ اور چھوٹے بڑے کی تمیز کئے بغیر عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے اور ان پر عملدرآمد ہوتا تھا۔۔۔علاقائی و مرکزی حکام کو نماز پنجگانہ، نماز جمعہ و عیدین اور حج کے موقع پر عوام کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔۔۔وہ پنجگانہ نمازیں خود پڑھاتے تھے۔۔۔جس جگہ حکومت کا جو بھی جس درجہ کا حاکم ہوتا وہاں کے مصلیٰ امامت پر وہی کھڑا ہو سکتا تھا۔اوپر سے نیچے تک حکومتی ارکان سولین ہوں یا فوجی، ان کے فرائض منصبی میں پہلا فریضہ یہی تھا کہ وہ مسجد میں پانچوں نمازیں، جمعہ، عیدین اور پھر حکمران اعلیٰ حج کی ادائیگی میں یہ ذمہ داری نبھائے۔نہیں نبھا سکتا تو حق حکمرانی سے الگ ہو جائے اور اہل لوگوں کو عوامی انتخاب کے ذریعے یہ ذمہ داری سونپ دے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ط وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ۔

’’(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام انہی کے اختیار میں ہے‘‘۔ (الحج:41)

دعا کیجئے کہ یہ نظام ہمارے جیتے قائم ہو جائے اور دنیا سے ظلم کا خاتمہ ہو اور مساجد و حج و دیگر احکام شرع کے نتائج و ثمرات سے عوام کی قسمت چمک اٹھے اور رنجیدہ چہروں پر خوشی کے انوار و رونق نمودار ہو۔

☆☆☆☆☆☆

فضائل قربانی

علامہ واحد بخش صاحب

قربانی وہ چیز جس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے۔شرع میں قربانی جانور ذبح کرنے کا نام ہے۔قربانی کے لئے قرآن کریم میں عموماً تین لفظ استعمال ہوئے ہیں:

.1 قربانی: اذقربا قربانا۔''جب دونوں نے قربانی کی''۔

.2 منسک: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم اللّٰهُ مِنْ م بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ

اور ہم نے ہرامت کے لئے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں، اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپائیوں پر۔(الحج،22:34)

.3 نحر: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ . ''تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربان کرو''۔

''ان المراد وانحر البدن'' مراد جانور کی قربانی ہے۔(تفسیر کبیر،32:129)

احادیث مبارکہ کی روشنی میں

قربانی کی تفصیلات ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے فرامین سے واضح انداز میں حاصل ہوتی ہیں۔آیئے ان احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ضحی رسول اللہ ﷺ بکبشین املحین اقرنین، ذبحھما بیدہ وسمی وکبر قال رایتہ واضعا قدمہ علی صغاحھما ویقول بسم اللہ واللہ اکبر

''رسول اللہ ﷺ نے سیاہ وسفید رنگوں والے، سینگدار مینڈھے اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے، بسم اللہ اور تکبیر پڑھی، کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو ان کے پہلوؤں پر پاؤں مبارک رکھ کر یہ فرماتے ہوئے سنا بسم اللہ (اللہ کے نام سے) واللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)''۔(بخاری ومسلم وغیرہما)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سینگدار ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو، سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو (یعنی اس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہو) وہ لایا گیا۔ پھر فرمایا:

عائشہ! ھلمی المدیۃ۔ ''چھری لاؤ''! پھر فرمایا: **اشحذیھا بحجر۔** ''اسے پتھر پر تیز کرو''، ''**ففعلت**'' ''میں نے تیز کر دی''۔ آپ نے مینڈھے کو پہلو کے بل لٹایا اور ذبح کیا اور پھر فرمایا:

اللھم تقبل من محمد و آل محمد و من امۃ محمد

''باری تعالیٰ! محمد ﷺ، محمد ﷺ آل اور محمد ﷺ کی امت کی طرف سے قبول فرما۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لاتذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان

''مسنہ کے سوا قربانی کے لئے کوئی جانور ذبح نہ کرو۔ ہاں اگر مسنہ نہ ملے تو بھیڑ کا جذعہ، ذبح کرو''۔ (مسلم)

خوب جان لیں کہ قربانی صرف اونٹ، بیل، بکری، بھیڑ، بھینس۔ ان میں سے ہر جانور کی مذکر ہو یا مونث جائز ہے۔ بشرطیکہ عمر کے لحاظ سے مُسِنَّہ یا ثَنّی ہو۔ اونٹ ثنی یا مسنہ کہلاتا ہے جب اس کی عمر مکمل پانچ سال ہو اور چھٹے میں داخل ہو جائے۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسا جب دو سال کا ہو۔ بکری، دنبہ، بھیڑ، مذکر ہو یا مونث کم سے کم ایک سال کا۔ ہاں بھیڑ یا دنبے کا بچہ سال سے کم ہو اور صحت کے لحاظ سے سال بھر کا لگے تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

کان النبی صلیٰ اللہ علیہ و آلہ وسلم یذبح وینحر بالمصلّٰی

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے جانور عیدگاہ میں ذبح فرماتے تھے''۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البقرۃ عن سبعۃ و الجزور عن سبعۃ

''گائے (بیل) سات آدمیوں کی طرف سے جائز ہے اور یوں ہی اونٹ کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے جائز ہے''۔ (مسلم، ابوداؤد)

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اذا دخل العشر و اراد بعضكم ان يضحى فلا ياخذن شعرا و لا يقلمن ظفرا

''جب ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر آئے (عشرہ ذی الحجہ داخل ہو جائے) اور تم میں کوئی قربانی کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مامن ايام العمل الصالح فيهن احب الى الله من هذه الايام العشرة قالوا يارسول الله ولا الجهاد فى سبيل الله، قال ولا الجهاد فى سبيل الله الا رجل خرج بنفسه وماله فلم يرجع من ذلک بشئی

''ان دس دنوں (عشرہ ذی الحجہ) میں اللہ تعالیٰ کے حضور نیک عمل جتنا پسندیدہ ومحبوب ہے کسی اور دن میں اتنا پسندیدہ ومحبوب تر نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں، فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا اور کچھ لے کر گھر نہ لوٹا''۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

ذبح النبى صلىٰ الله عليه وآله وسلم كبشين اقرنين املحين موجوئين فلما وجههما قال انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض على ملة ابراهيم حنيفا وما انا من المشركين. ان صلوتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العلمين لاشريک له وبذلک وامرت وانا من المسلمين اللهم منک ولک عن محمد و امته بسم الله، والله اكبر ثم ذبح

''رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سینگ دار، سیاہ وسفید رنگ والے (چتکبرے) خصی مینڈھے اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح کیے، بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھا، جب ان کو قبلہ رخ گرایا تو پڑھا: بے شک میں نے اپنا رخ کرلیا اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ دین ابراہیم پر، ہر باطل سے رخ موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری موت و زندگی، اللہ کے لئے ہے جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں

مسلمانوں میں سے ہوں۔اے اللہ یہ تیری طرف سے اور تیرے لئے ہے، محمد صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی طرف سے۔اللہ کے نام سے اور اللہ سبسے بڑا ہے پھر آپ ذبح فرمایا''۔(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، امام احمد، ابوداؤد)

ایک روایت میں ہے آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بسم الله، والله اکبر، اللهم هذا عنی وعمن لم یضح من امتی

''یہ میری طرف سے اور میری امت میں سے جو قربانی نہیں کرسکا اس کی طرف سے''۔

حنش سے روایت ہے:

رایت علیا یضحی بکبشین فقلت له ماهذا؟ فقال ان رسول الله صلیٰ الله علیه وآله وسلم اوصانی ان اضحی عنه

''میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دومینڈھے قربانی کرتے دیکھا۔میں نے عرض کی، یہ کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میری طرف سے قربانی کرنا۔پس میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں''۔(ابوداؤد، ترمذی وغیرہما)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما عمل ابن ادم من عمل یوم النحر احب الی الله من اهراق الدم، وانه لیاتی یوم القیمة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم لیقع من الله بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بها نفسا ''قربانی کے دن انسان کا کوئی عمل اللہ کے حضور خون بہانے (قربانی) سے بڑھ کر محبوب نہیں اور بے شک یہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں، کھروں کے ساتھ آئے گی (اور میزان میں تلے گی) اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے بارگاہ خدا میں قبول ہوجاتا ہے۔سو قربانی خوشدلی سے دیا کرو''۔(ترمذی، ابن ماجہ)

☆☆☆☆☆☆

عید کا فلسفہ اور تاریخی پس منظر!

مفتی منیب الرحمٰن صاحب

عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے' جس کے معنی ''لوٹنا'' ہے؛ چونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے' اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ ابن العربی نے کہا ''اسے ''عید'' اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دن ہر سال مسرت کے ایک نئے تصور کے ساتھ لوٹ کر آتا ہے''۔ علامہ شامی نے لکھا ہے ''مسرت اور خوشی کے دن کو عید نیک شگون کے طور پر کہا جاتا ہے' تاکہ یہ دن ہماری زندگی میں بار بار لوٹ کر آئے' اسی طرح ''قافلہ'' کے معنی ہیں ''لوٹ کر آنے والا'' اہلِ عرب قافلہ بھی نیک شگون کے طور پر کہتے ہیں؛ حالانکہ وہ سفر پر روانہ ہونے والا ہوتا ہے کہ یہ کامیاب و کامران ہوکر سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر واپس آجائے'' چونکہ رب تبارک و تعالیٰ اس دن اپنے مقبول بندوں پر اپنی اَن گنت نعمتیں اور برکتیں لوٹاتا ہے' اس لئے بھی اسے عید کہتے ہیں۔

دنیا کی ہر قوم اور مذہب کے ماننے والے کسی نہ کسی صورت میں سال میں چند دن تہوار مناتے ہیں۔ ہر قوم اور مذہب و ملت کے لوگ یہ تہوار اپنے عقائد' روایات اور ثقافتی اَقدار کے مطابق مناتے ہیں' لیکن اس سے یہ حقیقت ضرور واضح ہوتی ہے کہ تصورِ عید انسانی فطرت کا تقاضا اور انسانیت کی ایک قدرِ مشترک ہے۔ سعودی عرب کے قومی دن کو ''عید الوطنی'' کہتے ہیں۔ مسلمان قوم چونکہ اپنے عقائد اور ملی اقدار کے لحاظ سے دنیا کی تمام اقوام سے منفرد و ممتاز ہے' اس لئے اس کا عید منانے کا انداز بھی سب سے نرالا ہے' بقول علامہ اقبالؔ:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

دیگر اقوام کے قومی ایام ناؤ نوش و رقص و سرود کی محفل بپا کرنے' دنیا کی رنگینیوں اور رعنائیوں میں کھو جانے' مادر پدر آزاد ہوکر بدمستیوں میں ڈوب جانے' تمام اخلاقی اقدار کو تج دینے' نفسانی خواہشات اور سفلی جذبات کو فروغ دینے اور ''آج یا پھر کبھی نہیں'' کے مصداق ہوائے نفس کا اسیر بن جانے کا نام ہے۔ اس کے برعکس بدن' لباس اور روح کی طہارت' قلب کے تزکیے' عجز و انکسار اور خشوع و خضوع کے ساتھ مسلمانوں کا اسلامی اتحاد و اخوت کے جذبے سے سرشار ہوکر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ بندگی اور نذرانہ ؟ شکر بجالانے کا نام عید ہے۔

خالص اسلامی فکر اور دینی مزاج کے مطابق اسلامی تمدُّن' معاشرت اور اجتماعی زندگی کا آغاز ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ میں ہوا؛ چنانچہ 02ھ میں عیدین کا مبارک سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل یثرب سال میں دو دن میلہ لگاتے تھے اور کھیل تماشے کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تہوار منع فرمادیئے اور فرمایا: ?? اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں تمہیں دو بہتر دن فرمادیئے ہیں' یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر۔

یہاں فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں نہیں کر دیا کہ نوروز اور مہرجان کے انہی تہواروں کی اصلاح فرما دیتے اور ان میں جو رسوم شرعی اعتبار سے منکرات کے زمرے میں آتی تھیں' ان کی ممانعت فرما دیتے اور اظہارِ مسرت کی جو جائز صورتیں تھیں' وہ اختیار کرنے کی اجازت دے دیتے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اللہ کی حکمت کارفرما تھی۔ دراصل ہر چیز کا ایک مزاج اور پس منظر ہوتا ہے' آپ لاکھ کوشش کریں' لیکن کسی چیز کو اس کی ماضی کی روایات اور تاریخی پس منظر سے جدا نہیں کر سکتے۔ پس' جس چیز کی اساس مُنکَرات و محرمات پر رکھی گئی ہو' اس کی کانٹ چھانٹ اور میک اپ سے خیر پر مبنی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا اور اسلام تو آیا ہی کفر اور بدی کے اثرات کو مٹانے کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلامی عقائد اور خالص دینی فکر اور شرعی مزاج کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمانوں کا تعلق جاہلانہ رسوم سے یکسر ختم کر دیا جائے' تاکہ عہد جاہلیت کی تمام علامات سے کٹ کر ان میں صحیح دینی فکر پیدا ہو؛ چونکہ اسلام دینِ فطرت ہے' اس لئے اس نے جہاں اپنے ماننے والوں کو لادینی نظریات سے محفوظ رکھا' وہاں ان کے صحیح جِبِلّی اور فطری تقاضوں کی آبیاری بھی کی' عید منانا انسانی فطرت کا تقاضا تھا' لہٰذا مسلمانوں کو ایک عید کی بجائے عیدَین کی نعمت عطا فرمائی۔

جس طرح ہر قوم و ملت کی عید اور تہوار اپنا ایک مخصوص مزاج اور پس منظر رکھتے ہیں' اسی طرح اسلام میں عیدین کا بھی ایک ایمان افروز پس منظر ہے۔ رمضان المبارک انتہائی بابرکت مہینہ ہے۔ یہ ماہِ مقدس اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں' مغفرتوں اور عنایات و برکات کا خزینہ ہے' اسے ماہِ نزولِ قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ فتح مکہ اور اسلامی تاریخ میں حق و باطل کا پہلا فیصلہ کن معرکہ غزوہ؟ بدر بھی اسی مبارک مہینے میں وقوع پذیر ہوئے۔ روزے کی عظیم المرتبت عبادت کی فرضیت کا شرف بھی اسی مہینے کو عطا کیا گیا۔ تراویح کی صورت میں ایک مسنون نماز بھی اس مہینے کی روحانی بہاروں میں ایک اور اضافہ ہے اور پھر سب سے بڑھ کر ہزار مہینوں کی عبادت پر فوقیت رکھنے والی ایک رات ''لیلۃ القدر'' بھی اسی رمضان میں ہے۔ یہی وہ مبارک مہینہ ہے' جس میں بندہ مومن ایک عشرے کیلئے سب سے کٹ کر اپنے رب سے لو لگانے کے لئے اعتکاف میں بیٹھ جاتا ہے۔ جب مومن اتنی بے پایاں نعمتوں میں ڈوب کر اور اپنے رب کی رحمتوں سے سرشار ہو کر اپنی نفسانی خواہشات' سِفلی جذبات' جسمانی لذّات' محدود ذاتی مفادات اور گروہی تعصّبات کو اپنے رب کی بندگی پر قربان کر کے سرفراز و سربلند ہوتا ہے' تو وہ رشکِ ملائک بن جاتا ہے۔ اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ باری تعالیٰ کے کرمِ خاص کا یہ تقاضا بن جاتا ہے کہ وہ پورا مہینہ اپنی بندگی میں سرشار' سراپا تسلیم و اطاعت اور پیکر صبر و رضا بندے کیلئے انعام و اکرام کا ایک دن مقرر فرما دے؛ چنانچہ یہ ماہِ مقدس ختم ہوتے ہی یکم شوال کو وہ دن عید الفطر کی صورت میں طلوع ہو جاتا ہے۔

ماہِ رمضان کی آخری رات فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق: ''انعام کی رات'' ہے اور اللہ کے اس انعام و اکرام سے فیض یاب ہونے کے بعد اللہ کا عاجز بندہ سراپا سپاس بن کر شوال کی پہلی صبح کو یومِ تشکُّر کے طور پر مناتا ہے۔ بس یہی حقیقتِ عید اور روحِ عید ہے؛ چنانچہ فرمانِ رسول ؐ ہے: ''رمضان کی آخری رات میں آپ کی امت کے لئے مغفرت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے''۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا وہ (رات) شبِ قدر ہے؟' حضور ﷺ نے فرمایا: ''شبِ

قدر تو نہیں ہے، لیکن عمل کرنے والا جب عمل پورا کر دے، تو اسے پورا اجر عطا کیا جاتا ہے''۔

احناف کے نزدیک عید کی نماز ہر اس شخص پر واجب ہے، جس پر جمعہ فرض ہے۔ دیگر آئمہ میں سے بعض کے نزدیک فرضِ کفایہ ہے اور بعض کے نزدیک سنتِ مو ؟ کّدہ۔ نمازِ عید بغیر اذان واقامت کے پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ نمازِ عید کا وقت چاشت سے لے کر نصفُ النّہار شرعی تک ہے۔ عید الفطر ذرا تاخیر سے پڑھنا اور عید الاضحیٰ جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ نمازِ عید کے بعد امام کا دو خطبے پڑھنا اور ان کا سننا سنت ہے۔ احناف کے نزدیک نمازِ عید میں چھ زائد تکبیریں ہیں، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تین اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین زائد تکبیریں امام کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔ عید کی نماز آبادی سے باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت ہے؛ البتہ بارش، آندھی یا طوفان کی صورت میں مسجد میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا پی لینا سنت ہے۔

مسلم ممالک آپس میں شیر وشکر تو کبھی نہ تھے، مگر گزشتہ کچھ عرصے سے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا بھی نہ تھے۔ مصر میں جمال عبدالناصر کے انقلاب کے بعد سعودی عرب اور مصر ایک دوسرے کے مقابل اور یمن کی داخلی جنگ میں ایک دوسرے کے حریف تھے، بعد میں یہ دونوں ملک امریکی کیمپ میں آگئے، اسی طرح عرب ممالک امریکہ اور سوویت یونین کے کیمپوں میں منقسم تھے، مگر سوویت یونین کے زوال کے بعد یہ تقسیم بے اثر ہوگئی، ایران عراق جنگ کے زمانے میں عرب ممالک یکجا تھے۔ اب روس کے عالمی سیاست میں دوبارہ فعال ہونے کے بعد یہ تقسیم دوبارہ لوٹ آئی ہے۔ سعودی عرب اور قطر امریکی کیمپ ہی میں رہے ہیں اور اب تک ہیں، مگر آج یہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہیں، اسی طرح یمن اور شام میں ایران اور سعودی عرب ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہیں۔ سعودی عرب براہِ راست یمن کی جنگ میں حصہ بھی لے چکا ہے اور بالواسطہ طور پر ایسے ہی شواہد ایران کے بارے میں بھی ہیں۔ پاکستان تو پہلے ہی مسائل اور مصائب میں گھرا ہوا ہے۔ سوءِامتِ مسلمہ مشکلات سے دوچار ہے اور بظاہر ان مشکلات سے نکلنے کی کوئی فوری تدبیر نظر نہیں آتی۔ سوائے، اس کے کہ امریکی پالیسی میں کوئی جوہری تبدیلی آجائے۔ ترکی نے کچھ عرصے سے مسلمانوں کے ملّی مسائل میں فعال کردار ادا کرنا شروع کیا تھا، مگر اب وہ بھی مسائل کے گرداب میں گھرا نظر آتا ہے اور نیٹو ممالک کے ساتھ اُس کی مفاہمت، اعتماد اور تعاون پہلے جیسا نہیں۔ سوءمسائل ہی مسائل ہیں اور امت ان مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کوئی تدبیر اختیار کرنے میں تاحال ناکام ہے۔ پس، تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ عجز و نیاز کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ امت مسلمہ اس گرداب بلا سے نکل جائے اور پاکستان کو داخلی طور پر اپنے گردوپیش جن گمبھیر مسائل کا سامنا ہے، اُن سے نجات پائے۔

ہمارا وطن امن وسلامتی کا گہوارہ بنے، بے امنی اور تخریب وفساد کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو، معاشی طور پر خوشحال ہو۔ ہمارا پڑوسی ملک بھارت اپنی سازشوں میں نامراد اور خائب وخاسر ہو۔ ہمارے برادر مسلم ممالک جو بھارت کے آلہ کار کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں، انہیں خیر کی توفیق نصیب ہو۔

حضرت عثمان غنی کی شہادت

ابن عبدالقیوم

رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحاب پیکرِ صدق ووفا، ہدایت کا سرچشمہ اور ظلمتوں کے اندھیرے میں روشنی کا وہ عظیم مینار ہیں، جن سے جہان ہدایت پاتا ہے، وہ قیامت تک آنے والی نسلِ انسانی کے لئے پیکرِ رُشد وہدایت ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میرے ستارے ہیں، جس کی پیروی کروگے، ہدایت پا جاؤ گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عظیم صفات سے مُتصف فرما کر صحابہ میں ممتاز فرمایا، جو اُن ہی کا حصہ ہے۔ حیا کا ایسا پیکر تھے کہ فرشتے بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ آپ عشرہ مُبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے دنیا میں جنت کی بشارت دی۔ حضرت حسان بن عطیہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عثمانؓ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے اور پچھلے کام بخش دیئے اور وہ کام جو تم نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر کیے اور وہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں"۔
ایامِ جاہلیت میں بھی آپ کا خاندان غیر معمولی وجاہت وحشمت کا حامل تھا۔ اُمیہ بن عبد شمس کی طرف نسبت کے سبب آپ کا خاندان بنواُمیہ کہلاتا ہے، بنو ہاشم کے بعد شرف وسیادت میں کوئی خاندان یا قبیلہ بنواُمیہ کا ہم پلہ نہ تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پُشت میں عبدِ مناف پر رسول اللہ ﷺ سے جاملتا ہے۔ حضرت عثمان کی نانی رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں، اس رشتے سے آپ رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتے دار تھے۔
آپ کی ولادت عام الفیل سے چھٹے سال ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ چوتھے شخص ہیں، جس نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا، پھر حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت رقیہؓ نے مکہ سے حبشہ ہجرت فرمائی۔
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں، تو میں ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمان کی زوجیت میں دے دیتا حتیٰ کہ اُن میں سے کوئی باقی نہ رہتی"۔ "حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا بیان کیا، اُس وقت ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ شخص اُس دن (یعنی فتنوں کے دور میں) ہدایت پر ہوگا"، میں نے جا کر دیکھا تو وہ شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے، (ترمذی)"۔
ہر انسان فطری طور پر دولت سے محبت کرتا ہے۔ مستقبل کے لئے کچھ پس انداز کر رکھنا شرعاً درست ہے، صدقات وفطرات کے علاوہ اپنے مال سے انفاق فی سبیل اللہ کا بڑا اجر وثواب ہے اور جو دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی جائے، اللہ تعالیٰ

اُس کا اجر کئی سو گُنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت 261 تا 266 صدقہ خیرات کی ترغیب دلائی گئی ہے، ایک جگہ ارشاد فرمایا: ترجمہ؛"جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے، جس نے سات ایسے خوشے اُگائے کہ ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کردیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے،(البقرہ:261)"۔

صحابہ کرام کی زندگیاں صدق واخلاص، وفاشعاری وجاں نثاری کا عملی اظہار ہیں۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال راہِ خدا میں لٹادیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا کو اپنی متاعِ حیات کا بیش بہا خزانہ بنالیتے ہیں، یہی جذبہ حضرت عمر فاروق وحضرت علی رضی اللہ عنہما کی زندگی میں نظر آتا ہے لیکن حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہر مشکل موقع پر اسلام اور عظمتِ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرتے نظر آتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ جو صدق ووفا کا پیکر تھے اور راہِ خدا میں اپنا مال بے دریغ لٹاتے رہے، ان آیاتِ قرآنی کی عملی تفسیر ہیں۔مدینہ منورہ میں جب قحط پڑا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال صدقہ کردیا: ترجمہ:"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں (مدینہ میں) قحط پڑا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صبح نہیں کرو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر (رزق) کشادہ فرمادے گا۔

اگلے دن صبح یہ خبر ملی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹ گندم اور اشیائے خوراک کے منگوائے ہیں، آپ نے فرمایا: مدینے کے تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ گھر سے باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ چادر آپ کے کاندھوں پر تھی اور اُس کے دونوں سرے مخالف سمت میں کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔آپ نے مدینے کے تاجروں سے پوچھا کہ تم لوگ کس لئے آئے ہو؟، کہنے لگے: ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ کے پاس ایک ہزار اونٹ غلے کے آئے ہیں، آپ اُنہیں ہمارے ہاتھ فروخت کردیجیے تاکہ ہم مدینے کے فقراء پر آسانی کریں، آپ نے فرمایا: اندر آؤ، پس وہ اندر داخل ہوئے، تو ایک ہزار تھیلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رکھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اگر میں تمہارے ہاتھ فروخت کروں، تم مجھے کتنا منافع دوگے؟۔اُنہوں نے کہا: دس پر بارہ، آپ نے فرمایا: کچھ اور بڑھاؤ، اُنہوں نے کہا دس پر چودہ، آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، اُنہوں نے کہا: دس پر پندرہ، آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، اُنہوں نے کہا: اِس سے زیادہ کون دے گا، جبکہ ہم مدینے کے تاجر ہیں۔آپ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، ہر درہم پر دس درہم تمہارے لئے زیادہ ہیں۔

اُنہوں نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا: اے گروہِ تجار تم گواہ ہوجاؤ کہ (یہ تمام مال) میں نے مدینہ کے فقراء

پر صدقہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رات گزری رسول اللہ ﷺ میرے خواب میں تشریف لائے، آپ ﷺ سیاہی مائل سفید سواری پر تشریف فرما تھے، آپ جلدی میں تھے اور آپ کے دست مبارک میں ایک قندیل تھی جس سے روشنی نور کی طرح پھوٹ رہی تھی، نعلین مبارک کے تسموں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری ماں باپ آپ پر قربان میری رغبت آپ ﷺ کی جانب بڑھ رہی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمان کی اُس نیکی کا بدلہ ہے جو اُس نے ایک ہزار اونٹ اللہ کی راہ میں صدقہ کیے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرمایا اور اُس کا نکاح جنت کی ایک حور سے فرما دیا اور میں عثمان کی خوشیوں میں شریک ہونے جا رہا ہوں"۔ (ازالۃ الخفا، جلد 2، ص: 224)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، آذربائیجان، آرمینیا، طرابلس، الجزائر اور مراکش فتح ہوئے۔ 28ھ میں بحیرہ روم میں شام کے قریب قبرص جو بحری جنگ کے ذریعے فتح کیا، 30ھ میں طبرستان، 33ھ میں قسطنطنیہ سے متصل مرودر، طالستان اور جوزجان فتح ہوئے۔ فتوحات کا یہ سلسلہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تعطل کا شکار ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اخیر حصے میں فتنوں اور سازشوں نے سر اٹھالیا۔ کابل سے مراکش تک مفتوحہ علاقوں میں مختلف مذاہب کی ماننے والی سینکڑوں اقوام آباد تھیں، فطری طور پر مسلمانوں کے خلاف انتقامی جذبات اُن میں موجود تھے، نتیجۃً مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا، جس میں یہودی اور مجوسی پیش پیش تھے۔

اِسی سازش کے نتیجے میں بصرہ، کوفہ اور مصر سے تقریباً دو ہزار فتنہ پرداز (باغی) اپنے مطالبات منوانے کے لئے حاجیوں کی وضع میں مدینہ پہنچے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا جو 40 روز تک جاری رہا، باغیوں نے کھانا پانی سب جانے کے راستے بند کر دیئے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں پہنچانے کی کوشش کی تو باغیوں نے رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا لحاظ رکھے بغیر بے ادبی سے مزاحمت کی اور اُنہیں واپس کر دیا۔

حالات کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیا، حضرت عبداللہ بن زبیر بھی جانثاروں کے ساتھ حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھے۔ محاصرہ کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت یہاں موجود ہے، ان باغیوں کو نکال باہر کیجیے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پچھلی جانب سے مکہ چلے جائیں، مکہ حرم ہے، وہاں یہ آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پہلی صورت کا جواب یہ دیا کہ اگر میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں اس اُمّت کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو اپنی حکومت کی بقا کے لئے مسلمانوں کا خون بہائے، دوسری صورت کا جواب دیا کہ مجھے ان

لوگوں سے یہ توقع نہیں ہے کہ یہ حرم مکہ کی حرمت کا کوئی لحاظ رکھیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مُقدّس شہر کی حرمتیں پامال ہوں اور میں دارالہجرت اور دیارِ رسول ﷺ کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جانا چاہتا۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے آ کر جنگ کی اجازت چاہی کہ انصار دروازے پر منتظر کھڑے ہیں، آپ نے اُنہیں منع فرما دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے دو ہزار سے بھی کم افراد تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کے اندر اور باہر ان کے جانثار اس سے کہیں زیادہ تعداد میں تھے، آخری وقت تک یہ سب آپ سے اجازت طلب کرتے رہے کہ ہم باغیوں کا مقابلہ کریں گے اور اُن کا محاصرہ توڑیں گے، لیکن آپ نے اُنہیں اس کی اجازت نہ دی، آپ کا ایک ہی جواب تھا: "میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم ٹکراتے نہیں دیکھ سکتا"۔ جمعۃ المبارک اٹھارہ ذوالحجہ 35ھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں: عثمان جلدی کرو، ہم تمہارے افطار کے منتظر ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عثمان آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا۔ (طبقات ابن سعد) بیدار ہو کر آپ نے لباس تبدیل کیا اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے، تھوڑی دیر بعد باغیوں نے حملہ کیا اور آپ کو تلاوتِ قرآن فرماتے ہوئے شہید کر دیا، اس وقت آپ قرآن مجید سورہ بقرہ کی آیت: 137 ترجمہ؛ (تمہارے لئے اللہ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جاننے والا ہے) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور عظمت پر لاکھوں سلام، کہ آپ نے اپنی ذات اور خلافت کے دفاع کے لئے مدینے کی سرزمین اور مسلمان کی حرمت کو پامال نہ ہونے دیا۔ جانثار آپ پر قربان ہونے کی اجازت طلب کرتے رہے لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔

شہید کا خون جس جگہ گرتا ہے، وہ جگہ اُس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے۔ کسی کا خون کربلا کی سرزمین پر گرا، کسی کا اُحد کی گھاٹیوں میں، کسی کی شہادت گاہ میدانِ بدر۔ یہ مقامات اُن شہداء کی شہادت کی گواہی دیں گے لیکن اے عثمان غنی تمہارے خون کی عظمتوں کو سلام جو قرآن کے اوراق پر گرا اور قیامت کے دن قرآن کریم کے اوراق آپ کی شہادت کی گواہی دیں گے۔ روزِ محشر ہر شخص اُس حال میں اٹھایا جائے گا جیسا کہ اپنی موت کے وقت وہ دنیا سے گیا، کوئی اَحرام باندھے ہوئے اٹھے گا، کوئی سجدہ کرتے ہوئے، آپ کی عظمتوں کو سلام کہ روزِ محشر آپ قرآن پڑھتے ہوئے اٹھیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆